انڈونیشیا کی افروایشیائی اسلامی کانفرنس

سعید احمد اکبر آبادی

یہ کانفرنس انڈونیشیا میں مغربی جاوا کے مشہور شہر بینڈونگ (BANDUNG) میں گذشتہ ماہ مارچ میں ۶ر سے ۱۴ر تک بڑی شان و شوکت اور غیر معمولی اہتمام و انتظام کے ساتھ منعقد ہوئی، بینڈونگ کا یہ صد درجہ خوبصورت، سرسبز و شاداب اور اعلیٰ درجہ کا ترقی یافتہ شہر وہی مقام ہے، جہاں برما۔ سیلون، انڈیا انڈونیشیا اور پاکستان کے وزرائے اعظم کی تحریک اور دعوت پر ۱۹۵۵ء میں (۱۸ر سے ۲۴ر اپریل تک) ایک عظیم تاریخی ایشین افریکن کانفرنس ہو چکی تھی، اور جس میں محرک اور داعی ملکوں کے علاوہ چوبیس ملکوں نے حصہ لیا تھا۔ اگرچہ ہماری یہ کانفرنس حکومتوں کے اعیان و وزراء کی کانفرنس نہیں تھی، لیکن اس کے تمام انتظامات اور سب ساز و سامان بالکل اسی انداز اور اسی پیمانہ پر تھے، چنانچہ ہیمن (HAMON) ہوٹل جہاں مندوبین کے قیام کا انتظام تھا اور پارلیمنٹ ہاؤس جہاں کانفرنس منعقد ہوئی اور جو ہوٹل سے متصل ہی بیس پچیس قدم کے فاصلہ پر واقع ہے، یہ پورا علاقہ مسلح فوج کی نگرانی اور اس کی تحویل میں تھا، کوئی اجنبی شخص بغیر پرمٹ کے اندر نہیں آسکتا تھا۔ پھر ہر ملک کے ڈیلی گیشن کے لئے مستقل کئی کئی کاریں، اور متعدد گائڈ جو مندوبین کے ساتھ رہتے اور ہر بات میں ان کی مدد کرتے تھے، بینڈونگ ایک پہاڑی شہر ہے، اس لئے اگرچہ چکارتا میں گرمی تھی لیکن یہاں ہلکے گلابی جاڑوں کا موسم تھا جو بہت خوشگوار معلوم ہوتا تھا۔

مندوبین ومشاہدین | کانفرنس میں ۳۷ ملکوں کے مندوبین اور پانچ ملکوں کے مشاہدین (OBSERVERS) شریک تھے، جن ملکوں نے مشاہدین بھیجے تھے اُن کے نام یہ ہیں: آسٹریلیا - ڈیموکریٹک ریپبلک جرمنی، فیڈرل ریپبلک آف جرمنی - فرانس اور مالے - مندوب بھیجنے والے ملکوں میں مشہور ومعروف اسلامی ممالک کے علاوہ حسب ذیل ملکوں کے نام شاید قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوں - انگولا - کمبوڈیا - ڈاہومے، جاپان، کلمنترا (NORTH, KALIMANTRA) کینیا - لائبیریا - جزائر مالدیپ - فلپائن، تھائی لینڈ، ٹوگو، سینیگل وغیرہ - ڈیلی گیشن سائز کے اعتبار سے مختلف تھے. کوئی اتنا مختصر کہ لے دیکے بس ایک[1] اور کوئی اتنا طویل و وسیع کہ چالیس افراد پر مشتمل جن میں مرد و زن بھی تھے - اور برنا و پیر بھی، چین کے وفد میں سولہ[16] اشخاص تھے جن میں علماء بھی تھے اور مسٹر بھی اور حسین و شوخ لباس میں دو لڑکیاں بھی، ہندوستانی وفد جن پانچ ارکان پر مشتمل تھا - اُن کے نام یہ ہیں:

(۱) مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی (امیرالوفد)

(۲) مولانا عبدالوہاب بخاری مدراس

(۳) مسٹر محمد شفیع قریشی ایڈوکیٹ کشمیر

(۴) مسٹر احمد ایم، ال، اے بمبئی

(۵) سعید احمد اکبر آبادی

پاکستانی ڈیلی گیشن جس کے امیرالوفد ڈاکٹر حمید احمد خاں وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور تھے - وہ بھی پانچ افراد پر مشتمل تھا، ان میں پروفیسر علاء الدین صدیقی لاہور اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن اسلامک انسٹیٹیوٹ کراچی سے پہلے سے دوستانہ مراسم اور تعلقات تھے، مگر تقسیم کے بعد ملاقات یہ پہلی مرتبہ ہوئی تھی، حسب توقع بڑے تپاک اور گرم جوشی سے ملے اور ایک دن ہم سب کو چائے پر بھی مدعو کیا -

کانفرنس کا افتتاح | ۹ مارچ کو پروگرام کے مطابق ساڑھے نو بجے صبح تک پارلیمنٹ ہاؤس پورا بھر چکا تھا - ہال میں ۴۲ ملک جو اس کانفرنس میں حصہ لے رہے تھے اُن سب کے پرچم پاس پاس بڑے قرینہ سے آویزاں تھے، ان کے اوپر دیوار میں انڈونیشیا کا قومی نشان جو عقاب کی شکل میں ہے بہت جلی اور

روشن تھا، مندوبین کی کرسیاں اور اُن کی ترتیب ملک وار تھی، ہر کرسی کے سامنے میز پر آلۂ سماعت موجود تھا یو،ان، او وغیرہ کی طرح بیک وقت چار زبانوں عربی، انگریزی، فرانسیسی اور انڈونیشی میں تقریروں کا نہایت معقول بندوبست تھا، آلۂ سماعت میں ہی ڈوری سے بندھا گھڑی کا سا ایک ڈایل تھا، جس پر انگریزی زبان میں چار ہندسے بنے ہوئے تھے، اس ڈایل کے بیچ میں ایک سوئی تھی، آپ کو اس سے بحث نہیں کہ تقریر کرنے والا کس زبان میں بول رہا ہے؟ آپ اگر عربی میں سننا چاہتے ہیں تو سوئی کو ایک پر کردیجئے اور اگر انگریزی، فرانسیسی یا انڈونیشی میں تقریر سننے کی خواہش ہے تو سوئی کو علی الترتیب ۲-۳ یا ۴ پر لگادیجئے۔ چوں کہ یہ کانفرنس کا افتتاحی جلسہ تھا اور صدر سوکارنو اس کا افتتاح کرنے والے تھے، اس بنا پر مندوبین و مشاہدین کے علاوہ غیر ملکی سفرا اور انڈونیشیا کے سربرآوردہ و ممتاز حضرات بھی مدعو تھے اور ہال پورا بھرا ہوا تھا۔ دس بجے تھے کہ صدر سوکارنو مع اپنی بیگم اور چند وزراء کے تشریف لے آئے۔ ہال میں آمنے سامنے دو ڈائس بنے ہوئے تھے، ایک پر صدر سوکارنو تنِ تنہا بیٹھے تھے، اور دوسرے پر آرگنائزیشن کمیٹی کے ممبران مع صدر و سکریٹری کے براجمان تھے، آغاز انڈونیشیا کے قومی ترانہ سے ہوا۔ اس کے بعد قرأت ہوئی، یہ قرأت نہیں تھی کوئی سحر یا جادو تھا۔ انسان تو انسان معلوم ہوتا تھا در و دیوار پر عالمِ جذب و وجد طاری ہے۔ قرأت ہو چکی تو آرگنائزنگ کمیٹی کے صدر اور سکریٹری نے مختصر رپورٹ پڑھی۔ اس کے بعد صدر سوکارنو سے کانفرنس کے رسمی افتتاح کی درخواست کی گئی۔ چنانچہ سربفلک تالیوں کی گونج میں موصوف کھڑے ہوئے، پہلے بڑے زور سے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہا اور پھر انگریزی زبان میں تقریر شروع کی۔

صدر سوکارنو | صدر سوکارنو کی عمر چونسٹھ برس کی ہے، لیکن انڈونیشیا کے عورت مرد سب لوگوں کے چہرہ پر کچھ ایسی بچپن کی سی معصومیت اور بھولا پن پایا جاتا ہے کہ بڑھاپے کی عمر میں بھی کمسن نظر آتے ہیں، یہ چیز صدر سوکارنو کے چہرہ سے کسی قدر زیادہ نمایاں ہے، لیکن یہ صرف نمائشی بات نہیں ہے بلکہ درحقیقت اُن کے قویٰ مضبوط ہیں اور اسی وجہ سے آواز میں گھن گرج بھی کم نہیں، بڑی پاٹ دار آواز ہے، اس وقت فوجی لباس زیب تن تھا۔ جسم سڈول، قد و قامت موزوں، رنگ سانولا سلونا۔ پیشانی فراخ و کشادہ۔ آنکھیں شوخ و متبسم، اصل

تعلیم کے اعتبار سے سائنس کے آدمی یعنی انجنیئر ہیں، کیمبرج میں تعلیم کی تکمیل کی ہے، مگر فنون و ادبیات میں بھی بڑی دستگاہ ہے، اپنی قومی زبان کے علاوہ انگریزی کے بھی پُرجوش مقرر ہیں، قرآن خوش الحانی سے پڑھتے ہیں، مہابھارت اور رامائن کے سین بر نوکِ زبان ہیں۔

صدر سوکارنو کی تقریر | اب تقریر شروع ہوئی تو انھوں نے شروع میں رسمی طور پر مندوبین وحاضرین کے لئے خوش آمدید کے رسمی الفاظ کہے۔ ۱۷ر اگست ۱۹۴۵ء کو انڈونیشیا کے اعلانِ آزادی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ

"یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ انڈونیشیا کا انقلاب ختم ہوگیا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ہم اب بھی ایک سخت قسم کے دورِ انقلاب سے گذر رہے ہیں، کیوں کہ ہمارا انقلاب یک جہتی یا یک رخی نہیں ہے، اُس کے بہت سے رُخ اور پہلو ہیں گویا انڈونیشیا کا انقلاب بہتیرے انقلابوں کا مجموعہ ہے اور اس لئے یہ پوری دنیا میں اپنی نوعیت کا ایک انوکھا انقلاب ہے ــــ یہ انقلاب قومی بھی ہے اور سیاسی بھی، اقتصادی بھی ہے اور مذہبی وثقافتی بھی، غرض کہ اس انقلاب کا مقصد انڈونیشیا کے آدمی کو ایک نئے قسم کا آدمی بنانا ہے، یہ انقلاب قومی کیوں ہے؟ اس لئے کہ اس کا مقصد پورا ملک جو دس ہزار جزیروں پر مشتمل ہے ــــ جن میں سے تین ہزار آباد ہیں ــــ اور جس کا رقبہ اتنا ہی طویل و عریض ہے جتنا کہ امریکہ کے مغربی ساحل سے لے کر مشرقی ساحل تک کا علاقہ، اور جہاں دس کروڑ انسان چھیاسی (۸۶) بولیاں بولتے ہیں، ان سب کو ایک رشتۂ وحدت میں منسلک کر دینا ہے۔

یہ انقلاب سیاسی بھی ہے کیوں کہ اس کا مقصد انڈونیشی قوم کو ایک جمہوری طرزِ زندگی دینا ہے جیسا کہ میں نے اس سے پہلے اپنی ایک تقریر میں کہا ہے[۱] ہمارا مقصد صرف ایک حقیقی جمہوریت قائم کرنا ہی نہیں ہے بلکہ وہ جمہوریت قائم کرنا ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حاصل کی اور جس کا عملی نمونہ آپ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ یعنی ایسی جمہوریت جو لیڈر شپ کے ساتھ ہو یا بالفاظِ دیگر ایک ہدایت یافتہ جمہوریت،

---

[۱] غالباً اس سے اشارہ اس تقریر کی طرف ہے جو صدر سوکارنو نے موتمر کی ابتدائی کمیٹی کی میٹنگ منعقدہ ۶ر جون ۱۹۶۴ء میں کی تھی، اس میں انھوں نے کہا تھا کہ "ہماری اس کمیٹی اور موتمر عام کا مقصد یہ ہے کہ افریقہ اور ایشیا کے مسلمانوں میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق دین کی روح از سرِ نو پیدا کریں۔"

آپ کو معلوم ہے چند برس پہلے جب میں نے اسی خیال کا اظہار کیا تھا تو بیرونی دنیا چیخ پڑی تھی اور اُس نے کہا کہ انڈونیشیا غلط یعنی ڈکٹیٹر شپ کے راستہ پر جارہا ہے، لیکن میرے دوستو! ایسا کہنا درست نہیں ہے، بلکہ صحیح راستہ وہی ہے جس کا میں نے ذکر کیا اور جس کو میں پھر دہراتا ہوں، یعنی اصل اور حقیقی جمہوریت وہی ہے جس کی تعلیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اور جس کو ہم لیڈر شپ آمیز جمہوریت یا ایک غیر مطلق العنان جمہوریت کا نام دے سکتے ہیں۔

ہمارا یہ انقلاب اقتصادی بھی ہے، ہم تین سو پچاس برسوں تک استعمار کے پنجہ میں جکڑے رہے ہیں۔ اس بنا پر ہماری تمام اقتصادیات مکمل طور پر استعماری تھی۔ لیکن آج جبکہ ہم آزاد ہیں ہم اپنی اقتصادیات کو ایک حقیقی قومی معاشیات کی شکل دے رہے ہیں۔

ہمارا یہ انقلاب ثقافتی بلکہ بالفاظِ صحیح تر مذہبی ثقافتی بھی ہے، استعمار نے جیسا کہ اُس کی فطرت ہے ہمارے قومی کلچر کو تباہ و برباد اور اسلام کو خستہ و خراب کر کے اپنا کلچر ہمارے اوپر مسلط کر دیا تھا، لیکن اب جبکہ ہم آزاد ہیں ہم ایسے ملک میں رہنا چاہتے ہیں، جہاں اسلام پھلے پھولے۔ سرسبز و شاداب ہو ہم اپنے قومی کلچر کی روایات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور جہاں تمام مذاہب آزاد ہوں اور پروان چڑھیں، یہی وجہ ہے کہ میں اس انقلاب کو مذہبی انقلاب بھی کہتا ہوں، مذکورۂ بالا چار چیزیں — قومیت، سیاست، اقتصادیات اور مذہب و کلچر — ہمارے انقلاب کے چار رُخ یا چار پہلو ہیں — لیکن ابھی اس کا پانچواں رُخ باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم انڈونیشیا کے انسان کو ذہنی، جسمانی، اخلاقی و روحانی اعتبار سے ایک بالکل نئے قسم کا انسان بنانا چاہتے ہیں، اور یہی ہمارا "پنچ شیلا" ہے، اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ ہمارا انقلاب بہت سے انقلابات کا مجموعہ ہے اور اس لئے تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا منفرد انقلاب ہے۔ ورنہ امریکن انقلاب جو تھومس جیفرسن یا واشنگٹن کے زیرِ قیادت برپا ہوا صرف ایک قومی، سیاسی انقلاب تھا، اسی طرح سوویٹ روس کا انقلاب فقط ایک سوشل انقلاب تھا۔ ان سب کے برعکس ہمارا انقلاب ہمہ گیر اور پنج جہتی ہے۔ (ہال میں سامنے کی دیوار پر انڈونیشیا کا جو قومی نشان آویزاں تھا اُس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آپ لوگ اس نشان کو دیکھئے! یہ ایک سپر ہے جس پر گرودا یعنی انڈونیشیا کا عقاب بیٹھا ہوا ہے۔ اس عقاب کے پانچ حصے ہیں، وسط میں

ایک روشن ستارہ ہے جس کا پس منظر تاریک ہے، یہ ستارہ انڈونیشیا کے اصول پنجگانہ کی سب سے پہلی اصل یعنی "خدا پر عقیدہ" کی علامت ہے، اس نشان میں درخت جو نظر آرہا ہے اسے ہماری زبان میں ونگین کہتے ہیں اور ہندوستان میں اس کا نام برگد ہے، یہ عظیم درخت ہماری قومیت کا نشان ہے۔ گویا ہم سب انڈونیشیا والوں کو اختلافِ زبان و مذہب کے باوجود قومیت کے رشتہ میں منسلک ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ ٹھیک اسی طرح ملے جلے رہنا چاہئے۔ جس طرح اس درخت کے سب پتے باہم دگر وابستہ و مربوط ہیں، درخت کے نیچے ایک زنجیر نظر آرہی ہے، یہ انسانیت کا نشان ہے، بائیں طرف اوپر کے رُخ ایک بھینس کا سر ہے یہ حقیقی جمہوریت کی علامت ہے، اس کے نیچے بائیں طرف چاول اور روئی ہے، یہ خوش حالی اور سماجی انصاف کا نشان ہیں۔ نوہاں! میرے پیارے بھائیو! تم سب اس وقت جمہوریۂ انڈونیشیا میں سرزمینِ انڈونیشیا پر ہو اور انڈونیشیا کی قوم اور اُس کے اُن لوگوں کے درمیان ہو جو انڈونیشیا کے پنج شیلا یعنی اصولِ پنجگانہ کی اسپرٹ میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اور پہلا اصول، ہاں بالکل پہلا، نہ دوسرا۔ نہ تیسرا نہ چوتھا اور نہ پانچواں، بلکہ پہلا اصول ہے، خدائے قادر و توانا پر یقین رکھنا، اور یہی وجہ ہے، میرے پیارے دوستو! کہ ہم انڈونیشی آج اس درجہ مسرور اور خوش ہیں — اور خدا کا شکر ادا کرتے ہیں — کہ ہم افریقہ اور ایشیا کے مسلمان اس کانفرنس کے سلسلہ میں اسی شہر بینڈونگ کی افرو ایشیائی بلڈنگ میں جمع ہیں۔

میں نے آپ سے انقلابِ انڈونیشیا کے بارہ میں گفتگو کی ہے۔ ایک لفظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا یہ انقلاب استعمار کے خلاف ایک سخت ترین جہاد ہے۔ استعمار کے پنجہ میں گرفتار ہونے سے پہلے ہم خوش حال تھے۔ دنیا کے ملکوں سے ہمارے تجارتی تعلقات قائم تھے، لیکن استعمار نے ہمیں بالکل کنگال بنا دیا اور ایک ڈچ پروفیسر کے بقول اقوامِ عالم میں ہماری حیثیت قلی کی ہو گئی۔ اس بنا پر ہمارا یہ انقلاب استعمار کے خلاف ایک جنگ ہے، استعمار کی اقتصادی لُوٹ کے خلاف جنگ ہے۔ اور ہمارا یہ ثقافتی احیا بھی استعمار کے خلاف جنگ ہے، اور انڈونیشیا کے انسان کو ایک بالکل نئے قسم کا انسان بنانے کی ہماری یہ کوشش اور ہمارا عزم بھی استعمار کے خلاف ایک جنگ ہے، اور اس لئے میں پھر کہتا ہوں کہ ہمارا یہ انقلاب یک جہتی نہیں بلکہ کئی انقلابات کا مجموعہ ہے۔ اور ہاں! میرے پیارے بھائیو اور بہنو! تم سب اپنے اپنے دور دراز

ملکوں سے چل کر آج یہاں جمع ہوئے ہو - کیوں؟ کس کام کے لئے ؟ ہم سب بے شبہ اسی لئے جمع ہوئے ہیں کہ ہم اپنے اپنے ملکوں میں اسلام کو سرسبز و شاداب کریں - اُس کو ترقی دیں اور استعمار نے اُس کی جو عظمت چھین لی تھی وہ اسے واپس دلائیں (اس کے بعد صدر سوکارنو نے بعض خاص خاص ملکوں کے مندوبین سے خطاب کر کے پوچھا بتائیے کیا واقعی آپ کی یہ خواہش اور جذبہ نہیں ہے کہ اسلام آپ کے ملکوں میں پھلے پھولے اور پروان چڑھے) میں خود اپنے ملک انڈونیشیا کی آپ کو مثال دیتا ہوں - آج - الحمدللہ! اسلام انڈونیشیا میں آزاد ہے - وہ ایک کھلی فضا میں سانس لے رہا ہے - لیکن آزادی سے پہلے جب کہ استعمار کا دور دورہ تھا - اسلام ایک صیدِ زبوں کی حیثیت رکھتا اور وہ پامال تھا - ہمارے لیڈر تبلیغِ اسلام کرتے تھے تو جیل بھیجے جاتے تھے، ہمارے رہنما کہتے تھے "حب الوطن من الایمان" تو انھیں قید و بند کی سختیاں جھیلنی پڑتی تھی، ہم نے اپنے لوگوں سے کہا "وطن سے محبت کرو - وطن سے محبت کرو - اپنے ملک سے محبت کرو، کیوں کہ وطن سے محبت کرنا ایمان کا جزُ ہے - ہمارا صرف یہی قصور تھا جس کی پاداش میں ہم پکڑے گئے اور جیل کی کوٹھریوں میں بند کیے گئے - لیکن ہم نے محسوس کیا کہ جب تک استعمار ہم پر مسلط ہے، اسلام بھی آزاد نہیں ہو سکتا - اور آزادی بھیک مانگنے، گڑگڑانے اور آہ و زاری کرنے سے نہیں ملا کرتی - اُس کو حاصل کرنے کے لئے قربانیاں دینی پڑتی ہیں، یہ سوچ سمجھ کر ہم نے استعمار سے جنگ کرنیکا فیصلہ کر لیا - چنانچہ ہم نے جنگ کی، قربانیاں دیں - دنیا بھر کی سختیاں اور مصیبتیں اُٹھائیں، بڑی بڑی کڑی آفتیں جھیلیں اور جو کچھ کیا خدا کے بعد اپنے بازوؤں اور اُن کے دَم خم پر بھروسہ کر کے کیا - ہم نے متحد و متفق ہو کر اور ایک قوم بن کر استعمار سے شدید مقابلہ کیا اور اسے شکست دی - آخر کیوں؟ اور کس غرض سے؟ اس لئے کہ اسلام اس ملک میں پھلے پھولے - اس لئے کہ اسلام انڈونیشیا میں ترقی کرے -

یہ میں نے صرف بطور مثال کہا ہے - مقصد یہ ہے کہ اگر آپ لوگ اسلام کو خوش حال، تندرست و توانا دیکھنا چاہتے ہیں تو سب سے مقدم اور ضروری یہ بات ہے کہ ہم اپنے ملک کو شہنشاہیت اور استعمار سے آزاد کریں - کیوں کہ یہ استعمار ہی تھا جس نے اسلام کو پابہ زنجیر اور خراب و خستہ کر دیا تھا - اس لئے میرے پیارے بھائیو! اور بہنو! آؤ - ہم سب مل جل کر استعمار کی ان زنجیروں کو توڑ دیں، پاش پاش کر دیں،

اور پارہ پارہ کردیں، اور چوں کہ شہنشاہیت ایک بین الاقوامی طاقت ہے اس لئے ہم سب کو متحد و متفق ہو کر اس عفریتِ جان شکار کا مقابلہ کرنا چاہیئے، ایشیا اور افریقہ جب شہنشاہیت اور استعمار کی گرفت سے مکمل طور پر آزاد ہو جائیں گے تب ہی یہ ممکن ہوگا کہ ہمارا مذہب پھلے پھولے اور پروان چڑھے۔

اسی وجہ سے میں خوش ہوں کہ آج اس خوبصورت ہال میں آپ سب لوگوں کے ساتھ موجود ہوں افریقہ اور ایشیا کے لوگوں کا یکجا ہونا صرف اُن کے سیاسی استحکام کی علامت نہیں ہے، بلکہ ساتھ ہی اسلام کے استحکام اور اُس کی قوت کی بھی نشانی ہے۔ اور اب جبکہ آپ سب لوگوں کے ملک آزاد ہیں آپ کو چاہیئے کہ اپنے اپنے ملکوں میں خدا کے عقیدہ کو، جو انڈونیشیا کے پنچ شیلا کا اصولِ اوّلین ہے، قائم کریں۔ ہم انڈونیشیا کے لوگ اپنے پنچ شیلا پر فخر کرتے ہیں، کیوں کہ اس کا پہلا اصول خدا پر ایمان ہے۔

اچھا! میرے پیارے بھائیو اور بہنو! میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تم کو ہدایت اور توفیق عطا فرمائے کہ اس کانفرنس میں تمہارے مذاکرات اور فیصلے اسلام کے لئے بہتری کا سبب ہوں"

اقتباس اگرچہ بہت طویل ہو گیا لیکن آج کل صدر سوکارنو کی شخصیت بہت سے ملکوں میں مختلف فیہ ہے، کوئی ان کو کمیونسٹ سمجھتا ہے اور کسی کی رائے میں "بطل اسلام" ہیں، کسی کا خیال ہے وہ اشتراکی (شیوعی نہیں) ہیں اور کسی کی نظر میں وہ محض ایک نیشنلسٹ ہیں، ہم اپنی ذاتی رائے آئندہ کسی مناسب موقع پر ظاہر کریں گے، اوپر تقریباً تمام و کمال تقریر نقل کردی گئی ہے تاکہ قارئین کو خود اس سلسلہ میں رائے قائم کرنے کا موقع ملے، بہرحال اس تقریر کے بعد کانفرنس کا افتتاحی اجلاس ختم ہوگیا اور صدر سوکارنو پُرجوش تالیوں کی گونج میں سب کو مسکرا مسکرا کر سلام کرتے اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر سب کے سلاموں کا جواب دیتے ہوئے واپس تشریف لے گئے۔

پیریڈ اس کے بعد دوپہر کے تین بجے ایک نہایت عظیم الشان اور اثرانگیز پیریڈ ہوئی، ہم سب مندوبین کے بیٹھنے کا انتظام پارلیمنٹ کے چبوتروں پر تھا۔ جن کا رُخ سڑک کی جانب تھا، لیکن عوام و خواص، مردوں اور عورتوں کے سڑک کے دونوں جانب تاحدِ نظر ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے، پیریڈ تین بجے شروع ہو کر مغرب کے بعد ساڑھے سات بجے ختم ہوئی، اندازہ یہ ہے کہ پانچ چھ لاکھ مرد و زن سے کم نے اس میں حصّہ نہیں لیا۔ یہ

صرف فوجی مظاہرہ نہیں تھا۔ لیکن پوری انڈونیشی قوم کی نمائندگی گئی تھی، چنانچہ اس میں بری اور بحری افواج اور اُن کے مختلف دستوں کے علاوہ یونیورسٹیوں کے طلبا اور طالبات۔ مردانہ اور زنانہ نیشنل گارڈ مسلمان اور غیر مسلم مزدور اور کسان، سیاسی اور مذہبی جماعتیں بچے اور بچیاں اساتذہ اور طلبا و سب نے حصہ لیا۔ باری باری یہ جماعتیں آتی تھیں۔ ان کا جماعتی نشان ساتھ ہوتا تھا، اور ایک خاص انداز اور ترتیب سے گزر جاتی تھیں، انڈونیشیا میں دو مذہبی جماعتیں بہت مضبوط اور با اثر ہیں، ایک کا نام محمدیہ ہے اور دوسری کا نہضۃ العلماء! ان جماعتوں کا دائرۂ کار اور حلقۂ اثر بہت وسیع ہے، اس میں مرد بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی! چنانچہ اس مظاہرہ میں مردوں کے گروپ الگ تھے اور عورتوں کے الگ پھر لڑکوں کے الگ اور لڑکیوں کے الگ۔ ہر گروپ کے ہراول دستہ کے ہاتھوں میں دو بانسوں کے بیچ میں ایک کپڑا یا کارڈ بورڈ کی تختیاں تھیں جن پر انڈونیشی یا انگریزی اور عربی میں موٹے حرفوں میں لکھا ہوا تھا "خدا پر عقیدہ رکھو" "اسلام زندہ باد" "محمد رسول اللہ رحمتِ عالم ہیں" انڈونیشیا میں پردہ تو کہیں ہے نہیں، اور خواتین سر بھی کُھلا رکھتی ہیں، لیکن ان مذہبی جماعتوں کے جلوس میں جو خواتین یا لڑکیاں شامل تھیں اُن کا قومی لباس سادہ تھا اور سر پر ہلکے قسم کے دوپٹے بھی تھے، غرض کہ یہ مظاہرہ حد درجہ مؤثر اور ولولہ انگیز تھا، لوگ کہتے تھے ۱۹۵۴ء میں جو بینڈونگ کانفرنس ہوئی تھی اُس موقع پر پہلی مرتبہ یہ مظاہرہ ہوا تھا اور اُس کے بعد دوسری مرتبہ اسی شان و شوکت کے ساتھ اور اسی پیمانہ پر اب ہوا ہے ہم سب مندوبین تو خیر اطمینان سے اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے، لیکن سخت حیرت اور تعجب اسکولوں کے اُن چھوٹے چھوٹے بچوں اور بچیوں پر تھا جو سڑک کے دونوں جانب گھنٹوں مسلسل کھڑے مسکراتے اور خوش ہو ہو کر لطف اندوز ہوتے رہے، جب تک پیریڈ ختم نہیں ہو گئی کیا مجال کہ ایک بچہ بھی ٹس سے مس ہوا ہو۔

کانفرنس کا دوسرا دن دوسرے دن یعنی ۷ مارچ کو کانفرنس دس بجے شروع ہوئی تو اب ہر ملک کے چیف ڈیلی گیٹ کو پانچ دس منٹ تقریر کرنی تھی، ہر مقرر کی تقریر کا موضوع ابتداء میں حکومتِ انڈونیشیا کا شکریہ ادا کرنا اور پھر کانفرنس کے اغراض و مقاصد اور اُس کی اہمیت و افادیت کے بارہ میں مختصر اظہارِ خیال

کرنا تھا۔ اس بنا پر یہ تقریریں عموماً رسمی قسم کی تھیں، البتہ افریقہ کے بعض ممالک کے نمائندوں نے اپنے ملک میں اسلام اور مسلمانوں کے حالات کے متعلق جو باتیں بیان کیں وہ بڑی معلومات افزا تھیں، کم از کم راقم الحروف کو ایک طالب علم کی حیثیت سے بڑا فائدہ ہوا۔ لیکن اُن کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے اور یہاں اس کی گنجائش نہیں۔

اسی پروگرام کے سلسلہ میں ہندوستانی وفد کی طرف سے مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی نے تقریر کی، کانفرنس کی صدارت مجلس تنظیمی کے ارکان باری باری سے کرتے تھے، اتفاق سے انڈیا کی نوبت آئی تو اس وقت کانفرنس کی صدارت پاکستان کے پروفیسر حمید احمد کر رہے تھے، مفتی صاحب نے کہا کہ میں تقریر اُردو میں کروں گا۔ اگرچہ یہ کانفرنس کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی خواہش تھی، لیکن جنابِ صدر نے خوشی سے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ تقریر اُردو میں ہوئی اور اُس کا انگریزی میں ترجمہ ہمارے ساتھی محمد شفیع صاحب قریشی نے کیا: مفتی صاحب نے قرآن کی ایک آیت سے تقریر کا آغاز کر کے پہلے کانفرنس کی داعی حکومتِ انڈونیشیا کا شکریہ رسمی طور پر ادا کیا۔ پھر فرمایا کہ ہم سب لوگ جن مقاصد کے تحت یہاں جمع ہوئے ہیں۔ وہ نہایت اہم اور مقدس ہیں اور اس بنا پر ہمارا فرض ہے کہ ہم تقویٰ کی راہ اختیار کریں جو بحیثیت مسلمان کے ہمارا فرضِ اولین ہے، پھر تقویٰ کی تشریح ایک روایت کی روشنی میں کرنے کے بعد کہا کہ یہ کانفرنس اُسی وقت کامیاب ہو سکتی ہے جب کہ ہم اپنے مذاکرات و مباحثات کو اُن مسائل تک محدود رکھیں جن کا تعلق دین سے ہے اور جو دنیا کے سب مسلمانوں کے مشترکہ مسائل و معاملات ہیں اور اُن امور پر گفتگو کرنے سے بچیں جن کی حیثیت غیر مذہبی مسائل کی ہے اور جن کے بارہ میں سب مسلم ممالک ایک رائے اور ایک خیال کے نہیں ہیں، اس طرح کے معاملات کو بیچ میں لانے سے آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور کانفرنس کو حصولِ مقصد میں کامیابی نہیں ہوگی۔ اس کے بعد فاضل مقرر نے ہندوستان اور انڈونیشیا کے دیرینہ علائق و روابط کا ذکر کیا اور کہا کہ ہندوستان میں مسلمان پانچ ساڑھے پانچ کروڑ ہیں، ملک کا دستور سیکولر جمہوریہ ہے جس کے ماتحت ہر فرقہ اور ہر شخص کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کے کچھ معاملات ایسے ضرور ہیں جو تشویش کا باعث ہیں، لیکن یہ ہمارے اندرونی مسائل ہیں، کیا بھائی بھائی میں جھگڑے

نہیں ہوتے؟ ہم کانسٹی ٹیوشن کی مدد سے ان کو حل کرنے کی برابر اور سرگرم کوشش کررہے ہیں اور ہم ان کو حل کر کے رہیں گے "

تقریر ختم ہوئی تو سامعین نے کافی چیرز دی، انڈونیشیا کی دو اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین جو میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اور انڈونیشی ڈیلی گیشن کی ممبر تھیں، انھوں نے خوش ہو ہو کر بڑے زور سے تالیاں بجائیں۔ اور میں نے پوچھا کہ آپ اُردو تو سمجھتی نہیں ہیں پھر یہ داد کیسی؟ تو بولیں " اگرچہ ہم زبان نہیں سمجھتے، لیکن مقرر کا لب و لہجہ اور آواز کا اُتار چڑھاؤ بتا رہا تھا کہ یہ اپنی زبان کے بہت اچھے خطیب ہیں "۔

اسی طرح نوبت بہ نوبت تمام وفود کے امراء کی تقریریں ہوچکیں جن کا سلسلہ دو دن تک جاری رہا تو سیلون کے چیف ڈیلی گیٹ نے جو وہاں کے وزیر صحت بھی ہیں، ایک پُر جوش تقریر میں تحریک کی کہ صدر سوکارنو کو ان کی گرانقدر خدمات کے پیش نظر " بطلِ اسلام " (CHAMPION OF ISLAM) کا خطاب دیا جائے، کانفرنس نے اسے منظور کیا، انڈونیشی زبان میں چیمپین کو پہلوان کہتے ہیں، چنانچہ اس کے بعد سے صدر سوکارنو " پہلوانِ اسلام " کہلانے لگے۔ اس تجویز کی تحریک اور تائید کے بعد کانفرنس کے مختلف مباحث اور اُس کے اغراض و مقاصد سے متعلق متعدد وفود نے جو یادداشتیں (WORKING PAPERS) مرتب کی تھیں اور جنھیں انگریزی یا عربی میں سائیکلو اسٹائل کرا کے تقسیم کر دیا گیا تھا باری باری سے پڑھ کر سنائی گئیں، اور جب اُن کا سلسلہ ختم ہو گیا تو اب انہیں مباحث پر تجاویز مرتب کرنے کی غرض سے متعدد سب کمیٹیاں بنا دی گئیں، ہمارا وفد ان سب کمیٹیوں کا ممبر تھا۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق ایک ایک دو دو کمیٹیاں منتخب کر لیں، راقم نے اپنے لئے تعلیم۔ تبلیغ اور عربی زبان کی ترویج و اشاعت والی کمیٹی کا انتخاب کیا اور اُس کے متعدد جلسوں میں شریک ہو کر بحث و گفتگو میں عملی حصّہ لیا۔ مفتی صاحب اور قریشی صاحب حق خود اختیاری اور مسلمان اقلیتوں والی کمیٹی کے ممبر ہوئے، مسز احمد حقوقِ نسوانی والی کمیٹی میں اور مولانا بخاری کبھی اِس کمیٹی میں اور کبھی اُس کمیٹی میں شریک ہوئے۔

یہ کمیٹیاں دو ڈھائی دن تک بڑی مصروف رہیں، آخر شدید بحث و مباحثہ کے بعد جو کبھی کبھی گرم و تلخ بھی ہو جاتا تھا ان کمیٹیوں نے جو تجاویز منظور کیں اُنہیں ۱۲ مارچ کو عام کانفرنس میں پیش کیا گیا، یہاں بعض تجاویز

پر ترمیم و تنسیخ کے سلسلہ میں پھر ردوکد اور نقد و جرح ہوا، لیکن کوئی ترمیم و تنسیخ منظور نہیں ہوئی، اور سب کمیٹیوں نے جو تجاویز جس طرح ڈرافٹ کی تھیں اختلافی نوٹ کے بغیر سب اسی طرح منظور کرلی گئیں۔

کانفرنس کی تجویزیں

ان تجاویز کا خلاصہ مندرجۂ ذیل ہے:-

بین الاقوامی صورتِ حال | ایک محتاط اور عمیق غور و فکر کے بعد کانفرنس اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ انسانیت تمام دنیا میں اس وقت جن فوری حل طلب مشکلات سے دوچار ہے اُس کے خاص اسباب تین ہیں:

(۱) ایک یہ کہ اب تک شہنشاہیت۔ خواہ قدیم استعمار کی شکل میں ہو یا استعمارِ نو کی صورت میں، اس بیسویں صدی میں بھی موجود ہے۔

(۲) ہم دیکھتے ہیں کہ عوام، خاص طور پر افریقہ اور ایشیا کے، اپنے ملک کی آزادی حاصل کرنے کے لئے سرفروشانہ جدوجہد کر رہے ہیں۔

(۳) تیسرا سبب یہ ہے کہ استعماری طاقتیں افریقہ و ایشیا کے ملکوں میں باہم نفرت و عداوت اور اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہیں، تاکہ اُن کی آپس کی پھوٹ کے باعث استعمار کے قدم مضبوطی سے جمے رہیں۔

مذکورۂ بالا تین چیزیں عالمِ انسانیت کے وہ سب سے بڑے موجودہ امراض و مصائب ہیں جن کے خلاف اسلام اور مسلمان صدیوں سے جنگ کرتے آرہے ہیں تاکہ دنیا میں امن و امان، عدل و انصاف، اور حریت و آزادی کا دور دورہ ہو، اس بنا پر یہ کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ ایک دستور العمل مرتب کیا جائے جو دنیا میں امن اور ترقی کے قیام و بقاء سے متعلق اسلام کی تعلیمات پر مبنی ہو اور سب خودمختار اور آزاد مسلم حکومتیں اُس پر عمل کریں، نیز تمام مسلم حکومتوں سے یہ کانفرنس درخواست کرتی ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر مسلمانوں کی اخلاقی زندگی کو بہتر بنانے کی سعی کریں اور قرآن و حدیث اور فقہ کی روشنی میں اپنے ملک کے لئے قوانین بنائیں، تاکہ اسلامی وحدت و انفرادیت باقی رہے۔

افریقہ اور ایشیا کے مسلمانوں کا باہمی تعاون سیاست کے میدان میں | قرآن مجید کی آیات اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ارشادات سے یہ بات بالکل صاف ظاہر ہے کہ اسلام دنیا میں امن و امان اور خوش حالی کے قیام کو ضروری اور فتنہ و فساد اور حرب و ضرب کو بہت بُرا سمجھتا ہے، اور وہ تمام بنی نوعِ انسان کے ساتھ برابری و برادری اور عدل و انصاف کا معاملہ کرنے کی تاکید کرتا ہے، اسلام کی ان تعلیمات کو عملی شکل دینے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں استعمار کا خاتمہ کرنے کی کوشش کریں، خواہ یہ استعمار کسی ہی شکل میں ہو، علاوہ ازیں چوں کہ سب انسان اسلام کی نظر میں ایک ہی ہیں، اس بنا پر ایک قوم (NATION) کی دولت کی پیداوار اور اُس کی تقسیم میں (مسلم اور غیر مسلم) سب افراد کو لازمی طور پر یکساں حصہ ملنا چاہئے۔

اس سلسلہ میں ہم مندرجۂ ذیل تجاویز جو قرآن و سنت پر مبنی ہیں۔ مذکورۂ بالا مقاصد کو بروئے کار لانے کی غرض سے منظور کرتے ہیں۔

(۱) افرو ایشیائی اسلامی کانفرنس شدید ترین مذمت کرتی ہے، شہنشاہیت اور استعمار قدیم و نو کی خواہ وہ کسی ہی شکل و صورت میں ہو، فوجی ہو، یا سیاسی، اقتصادی ہو، یا ثقافتی یا اخلاقی۔

(۲) یہ کانفرنس جملہ طاقتوں سے درخواست کرتی ہے کہ وہ سائنس کی تحقیقات کو انسانی فلاح و بہبود اور امن و خوش حالی کی ترقی کے لئے استعمال کریں، سخت تباہ کن ہتھیار بنانا ترک کر دیں، اور ان ہتھیاروں کے حملوں سے محفوظ علاقے پیدا کریں۔

(۳) اگر کسی ایک مسلمان ملک پر کوئی حملہ ہو تو تمام مسلم ممالک مل کر اس کا مقابلہ کریں۔

(۴) مسلم اقوام میں باہم جو اختلافات ہیں اُن کا مطالعہ کرنے اور اُن کے ازالہ کی کوشش کرنے کی غرض سے ایک کمیٹی بنائی جائے۔

(۵) ہم مجلسِ اقوامِ متحدہ سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ زیادہ فعال اور مؤثر ہو اور اس وقت دنیا کو جو حالات درپیش ہیں اُن کا وہ صحیح جائزہ لے کر اُس کے مطابق کام کرے۔

مسلم اقلیتیں یہ کانفرنس صفائی کے ساتھ اعلان کرتی ہے کہ غیر مسلم ریاستوں میں جہاں کہیں مسلمان اقلیتیں موجود ہیں اُن ریاستوں کا فرض ہے کہ وہ ان مسلم اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کریں اور اس کی نگرانی کریں کہ سیاست، معاشیات یا ثقافت غرض کسی میدان میں اُن کے ساتھ امتیازی سلوک نہ ہو، اُن کو سیاسی

یا مذہبی مقاصد کے ماتحت گھر سے بے گھر نہ کیا جائے اور ان کے انسانی حقوق پر کوئی دستبرد نہ ہو۔

افرو ایشیائی اسلامک کانفرنس مسلم حکومتوں سے سفارش کرتی ہے کہ اگر کسی ملک میں مسلمان اقلیت خطرہ میں ہو تو انھیں (مسلم حکومتوں کو) اس معاملہ میں ایک واضح اقدام کرنا چاہئے، یہ کانفرنس مزید تجویز کرتی ہے کہ مسلمان اقلیتوں کے حقوق کی نگرانی اور ان کی طرف سے دفاع کی غرض سے ایک اسلامی ادارہ قائم کیا جائے اور یہ ادارہ مندرجۂ ذیل کمیٹیوں پر مشتمل ہو۔

(۱) دفاع کمیٹی :۔ مسلمانوں کے انسانی حقوق کی حفاظت اس کا کام ہوگا۔

(۲) اقتصادی اور سماجی کمیٹی :۔ یہ کمیٹی مسلم اقلیتوں کو اقتصادی اور سماجی معاملات میں مدد دیگی۔

(۳) رابطہ کمیٹی :۔ یہ کمیٹی مسلمان اقلیتوں اور مسلم ریاستوں میں ربط پیدا کرے گی۔

(۴) ثقافتی کمیٹی :۔ یہ کمیٹی مسلمانوں میں اسلامی تہذیب و ثقافت کو ترقی دینے کے لئے طلبار کو وظیفہ دے گی، اسلامی علوم و فنون کے ماہر اساتذہ بھیجے گی اور ثقافتی پروگراموں کا تبادلہ کرے گی۔

غیر مسلم اقلیتیں اسی طرح کا ایک رزولیوشن غیر مسلم اقلیتوں کے متعلق ہے جس میں کہا گیا ہے:۔

مسلم حکومتوں کا فرض ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے ماتحت وہ اپنے ہاں کی غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کریں اور ان کے انسانی حقوق کی حفاظت کریں۔

سماجی اور اقتصادی میدان میں چوں کہ استعماری طاقتیں افریقہ اور ایشیا کے ملکوں کو اقتصادی طور پہ بدحال بنا دینا چاہتی ہیں، اس لئے یہ کانفرنس ان ملکوں کی حکومتوں سے پُرزور اپیل کرتی ہے کہ

(۱) وہ اپنے ملک کے لوگوں میں باہمی تعاون و اشتراک کے ذریعہ اقتصادی خوشحالی و ترقی کا جذبہ پیدا کریں،

(۲) افریقہ و ایشیا کے تمام ممالک اقتصادی معاملات میں باہمی اشتراک و تعاون کو مزید مضبوط بنائیں۔

(۳) ایک مشترکہ اجناسی بورڈ قائم کریں۔ یہ بورڈ افریقہ و ایشیا کے ملکوں کی پیداوار اور اُن کی تقسیم کا ایک یکساں نظام برپا کرے گا۔

(۴) ایک محکمۂ اطلاعات قائم کیا جائے۔ یہ محکمہ ایک ملک سے متعلق معلومات و تجربات کو دوسرے ملکوں تک پہونچائے گا۔

(۵) اگر ممکن ہو تو "افروایشیا کریڈٹ انشورنس کارپوریشن" قائم کیا جائے جو ایک ممبر ملک کو اقتصادی ترقی کا منصوبہ پورا کرنے کی غرض سے روپیہ ادھار دے۔

(۶) جن ملکوں کو ٹکنیکل امداد کی ضرورت ہو اُن کے لئے اس کا سامان کیا جائے۔

(۷) ایک افریقہ ایشیا ڈولپمنٹ بنک قائم کیا جائے، جو ملک خوش حال ہیں وہ اس میں دل کھول کر سرمایہ لگائیں تاکہ اس کے ذریعہ ضرورت مند ممالک اپنے تعمیری منصوبوں کی تکمیل کر سکیں۔

(۸) ایک محکمہ قائم کیا جائے جو افریقہ و ایشیا میں باربرداری کے جہازوں کے کرایہ، محصول اور دوسری متعلقہ چیزوں میں یکسانیت پیدا کرے۔

اسلامی اقتصادیات و معاشیات میں ریسرچ کانفرنس کی رائے ہے کہ افریقہ و ایشیا میں اس وقت جو اقتصادی اور معاشی نظام رائج ہے وہ مغرب کا عطیہ ہے۔ اور چونکہ مغرب کے اقتصادی اور سماجی حالات افریقہ اور ایشیا کے اقتصادی اور سماجی حالات سے مختلف ہیں، اس بنا پر مغربی نظامِ اقتصادیات کا جامہ افریقہ اور ایشیا کے ملکوں کے قد و قامت پر راست نہیں آسکتا۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام ایک مکمل دستور زندگی ہے۔ اور اس حیثیت سے اُس کا اپنا ایک مستقل اقتصادی نظام بھی ہے، اس بنا پر کانفرنس اس بات کو ضروری سمجھتی ہے کہ اسلام کے نظامِ معاشیات پر ریسرچ کرنے کی غرض سے ایک ادارہ قائم کیا جائے۔ یہ ادارہ ایسے حضرات کو یکجا کرے گا جو بیک وقت اسلامیات کے بھی ماہر ہوں گے اور اقتصادیات کے بھی، پھر جس جس ملک میں ان حضرات کی ضرورت ہوگی، ان کو وہاں بھیجے گا۔ علاوہ ازیں یہ ادارہ سیمینار اور مذاکرات و مباحثات بھی وقتاً فوقتاً منعقد کرے گا۔

مسلمان کسانوں اور مزدوروں کا تعاونِ باہم اسلامی احکام و تعلیمات کی روشنی میں یہ کانفرنس ضروری سمجھتی ہے کہ افریقہ و ایشیا کے مسلمان مزدوروں اور کسانوں کا معیارِ زندگی اونچا کیا جائے اور اس مقصد کیلئے ان ملکوں کے تمام مسلمان مزدوروں اور کسانوں کی ایسی سوسائٹیاں بنائی جائیں جو ان کے حقوق کی نگرانی کریں، اور انہیں استعمار کے جبر و ظلم سے محفوظ رکھیں، کانفرنس ان کسانوں اور مزدوروں سے بھی اپیل کرتی ہے کہ وہ مذکورۂ بالا قسم کی تنظیم میں شامل ہوں۔

"تہذیب وثقافت کے میدان میں" کانفرنس سفارش کرتی ہے دنیا کے تمام مسلمانوں سے اپیل کی جائے کہ وہ قرآن کو رہنما بنائیں اور اپنی زندگیاں اسلام کی تعلیمات کے ماتحت بسر کریں۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ ایک مرکزی تبلیغی ادارہ قائم کیا جائے۔ یہ ادارہ جو کانفرنس کے ماتحت ہوگا۔ اس کے فرائض حسب ذیل ہونگے،

(الف) اسلام کی ترقی اور اس کی اشاعت کے لئے کوشش کرنا۔

(ب) اسلامی تہذیب وثقافت کے اختیار کرنے پر مسلمانوں کو آمادہ کرنا۔

(ج) اطلاعات ومعلومات کا تبادلہ کرنا۔

اس مرکزی ادارہ کی شاخیں تمام دنیا میں ہوں گی۔

عربی زبان کی نشرواشاعت عربی مسلمانانِ عالم کی مذہبی اور ثقافتی زبان ہے۔ اس بنا پر مرکزی تبلیغی ادارہ کا یہ فرض بھی ہوگا کہ وہ عربی زبان کو مسلم ممالک میں رائج اور ہر دل عزیز بنانے کے لئے طریق عمل سوچے اور انہیں بروئے کار لائے۔

مذہبی تعلیم کانفرنس یہ بھی تجویز کرتی ہے کہ افریقہ ایشیا کے علاقوں میں بسنے والے سب مسلمانوں کے لئے مذہبی تعلیم کا ایک یکساں مگر ایسا نصاب تیار کرایا جائے جو آج کل کی جدید ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق ہو، اس سلسلہ میں کانفرنس جامعۂ ازہر قاہرہ کے ادارۂ مجمع البحوث الاسلامیہ سے درخواست کرتی ہے کہ وہ شریعت اسلام کی ایک انسائیکلو پیڈیا شائع کرے، جس سے سب مسلمان فائدہ اٹھائیں۔

کانفرنس کا دستور کانفرنس نے اپنے لئے ایک دستور بھی منظور کیا ہے، اس دستور کی تمہید (PREAMBLE) میں کہا گیا ہے کہ "اس دنیا میں مسرت اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کا ذریعہ ہم مسلمانوں کے لئے قرآن ہے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ دنیا میں امن وامان اور مسرت برپا کرنے کے لئے جہاں کہیں استعمار، ظلم وزیادتی اور شر وفساد ہے اُس کا مقابلہ خدا اور اُس کے رسول پر اعتقاد کی روشنی میں کریں، افریقہ اور ایشیا کے مسلمانوں کا یہ نمائندہ اجتماع متفقہ طور پر ایک ادارہ قائم کرتا ہے جس کا دستور حسب ذیل ہوگا۔

(۱) اس ادارہ کا نام افریقہ ایشیا اسلامک آرگنائزیشن ہوگا، جس کا مخفف A.A.I.O. ہے۔

(۲) آرگنائزیشن کے اصول اسلام پر مبنی ہوں گے (۳) ادارہ کی بنیاد اسلامی اخوت ویکجہتی پر ہوگی۔

اس کے بعد ادارہ کے عہدہ دار کتنے ہوں گے؟ اُن کا انتخاب کس طرح ہوگا؟ یہ ادارہ کتنی کمیٹیوں پر مشتمل ہوگا؟ اس کے اجلاس کب ہوں گے؟ اور اس کا صدر دفتر کہاں رہے گا؟ ان سب کا تذکرہ ہے۔

خواتینِ اسلام کی تعلیم و ترقی ایک رزدلیوشن مسلمان خواتین کے بارہ میں بھی ہے کہ ہر شعبۂ زندگی میں انہیں مردوں کے برابر حصّہ دیا جائے اور جیسا کہ جمہوریہ متحدہ عربیہ، ٹیونس اور پاکستان میں ہوا ہے مسلمان حکومتوں کو چاہئے کہ نکاح اور طلاق کے قوانین قرآن کی تعلیمات کے مطابق بنائیں اور انہیں نافذ کریں، اور جیسا کہ مشرقِ اوسط کے ممالک اور انڈونیشیا اور فلپائن میں ہے، ہر مسجد میں عورتوں کے نماز پڑھنے کے لئے ایک الگ حصّہ بنائیں، کانفرنس نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنے حدود کے اندر خاص افریقہ اور ایشیا کی مسلمان خواتین کا ایک الگ ادارہ بھی قائم کرے گی۔

علاوہ ازیں ایک تجویز میں برطانوی شہنشاہیت کی مذمت جو جنوب مشرقی ایشیا میں جارحانہ کارروائی کر رہی ہے اور مالادیپ، انگولا، مزمبیق، عمان اور جنوبی عرب میں جو تحریکِ آزادی جاری ہے اسکی تحسین و تائید کی ہے، اسی طرح مسلمان جہاں کہیں حقِ خود ارادی حاصل کرنے کیلئے استعمارِ قدیم یا جدید کا مقابلہ کر رہے ہیں ان کی حمایت کی ہے۔

یہ تجاویز ۱۲ مارچ کو عام اجلاس میں باتفاقِ آرا منظور ہو گئیں تو کانفرنس رسمی طور پر ختم ہو گئی۔

۱۳ مارچ کو سب مندوبین و مشاہدین ۹½ بجے صبح کے قریب کاروں کے ذریعہ بنڈونگ سے جکارتا کیلئے روانہ ہوئے جو وہاں سے ایک سو اسی ۱۸۰ کیلو میٹر ہے، راستہ میں چاء مع لوازم کے ایک مقام پر پی، اور طعام شب بوگور میں صدر سوکارنو کے نہایت عظیم الشان محل میں کھایا۔ کھانے نہایت مکلّف تھے، خود صدر سوکارنو شروع سے آخر تک شریکِ بزم رہے۔ شب میں بارہ بجے کے قریب جکارتا پہونچ کر اُسی ہوٹل آف انڈونیشیا میں پڑ کر سو رہے۔

دوسرے دن یعنی ۱۴ مارچ کو اسٹیڈیم میں جو غالباً امریکہ کے کسی اسٹیڈیم سے کم نہیں ہوگا ۹½ بجے ایک نہایت عظیم عام اجتماع ہوا۔ اُس میں عورتوں اور مردوں کی تعداد چار پانچ لاکھ سے کسی طرح کم نہیں ہوگی، یہاں پہلے اسی شان کی بھر پور پریڈ ہوئی، پھر تلاوتِ قرآن مجید اور قومی ترانہ کے بعد تین چار مندوبینِ خاص کی تقریریں مختصر مختصر ہوئیں، آخر میں صدر سوکارنو نے انڈونیشی زبان میں ایک طویل الوداعی تقریر کی، جس میں وہی طلاقت اور روانی، گھن گرج اور شعلہ سامانی تھی جو اُن کی تقریر کا خاصہ ہیں۔!